سید عطاء المحسن بخاری

حضرت أبی برّد اللہ مضجعہٗ

انتقال: ۲۱ اگست ۱۹۶۱ء

تحریک خلافت کا آغاز تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد کا "الہلال" اور مولانا ظفر علی خان کا "ستارۂ صبح" عروج پر تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے ترکی کے حالات کو موضوع سخن بنایا۔ اناطولیہ میں انگریز اور اس کے گماشتوں نے مسلمانوں کے ساتھ جو ظلم و ستم روا رکھا..... پورے ترکی میں سامراجی گماشتوں اور ایجنٹوں کے ذریعہ مسلمانوں میں تفریق کا جو بیج بویا گیا، سلطنت عثمانیہ کو جس انداز میں پارہ پارہ اور ریزہ ریزہ کیا گیا اور اس کی قبائے خلافت کے جس طرح تار تار بکھیر دیئے گئے، یہ سب پڑھنے کے بعد والد ماجد امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ جو اس وقت امرتسر میں مولانا مفتی محمد حسن (بانی جامعہ اشرفیہ) سے فلسفہ و منطق کے اسباق لیا کرتے ان سے پنجابی میں مخاطب ہوئے اور کہا:

"مولانا تسی حمد اللہ دے دوالے ہوو وتے میں انگریز دے دوالے ہوناں، میری تہاڈی بس!"

یہ بنیادی سبب ہے حضرت امیر شریعت کے سیاست ہند کے اجتماعی عمل میں شریک ہونے کا۔

ضلع گجرات شاہ جی کا آبائی علاقہ ہے۔ اس ناطہ سے مولانا عبدالقادر قصوری نے شاہ جی کو ضلع گجرات سپرد کیا کہ آپ یہاں کام کریں۔ سب سے پہلی تقریر آپ نے جلال پور جٹاں میں کی۔ وہاں انگریز سے عدم تعاون کے متعلق بھرپور اور پُر اثر گفتگو ہوئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ۷، ۲ سکولوں کے ہیڈ ماسٹروں نے ملازمت سے استعفے دے دیئے۔ سائنس ٹیچروں نے بھی نوکریاں چھوڑ دیں۔ پھر گجرات میں تقریر ہوئی تو کئی ایک وکیلوں نے وکالت سے انکار کر دیا۔

گجرات میں ایک بہت بڑا سیٹھ تھا۔ جس کا نام تھا سیٹھ چراغ الدین۔ اس نے غالب کا ایک شعر تختی پر لکھوا کر تختی گلے میں لٹکالی۔ شعر تھا۔

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالب　　تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں

سیٹھ چراغ الدین خلافت کمیٹیوں کے لئے چندہ مانگا کرتے تھے۔ گجرات کے جاٹوں اور گوجروں نے جن کا سرکاری رشتہ ناطہ بڑا مضبوط تھا۔ جو خان بہادر اور وڈیرے تھے انہوں نے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کیں مگر ان کی تمام تر مخالفت کے باوجود اہلِ گجرات نے پوری جرأت و بسالت کے ساتھ اپنے بچوں کو سرکاری سکولوں سے نکالنا شروع کر دیا۔ اس دوران ایک ہی ہفتہ میں مسلمانوں کے دو سکول قائم ہوئے ایک "آزاد مسلم پرائمری سکول" اور دوسرا "آزاد مسلم ہائی سکول" دونوں سکول آج بھی باقی ہیں مگر ان کے نام سے "آزاد" کاٹ دیا گیا ہے۔ یہ اس لئے کہ ان کا افتتاح کرنے والے مولانا ابوالکلام آزاد تھے اور پاکستان میں اب مولانا ابوالکلام آزاد کے نام سے کوئی عمارت منسوب ہو، یہ مشکل ہے۔ کسی انگریز کے نام پر عمارت بن سکتی ہے، کسی روڈ کا نام رکھا جا سکتا ہے یا کسی چوراہے کو کسی انگریز کے نام پر منسوب کیا جا سکتا ہے مگر..... کیا کسی کا

نام کاٹ دینے سے وہ بے نام ہو جاتا ہے، یا اس طرح کسی کو بے نام کیا جا سکتا ہے؟

امرتسر کی بات ہے۔ وہاں خلافت کانفرنس ہونا تھی۔ تحریک خلافت کے پنجابی لیڈروں نے متفقہ طور پر حضرت والد ماجد سے کہا کہ آپ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کے مرید ہیں۔ ان کی خدمت میں جائیے اور ان سے خلافت کانفرنس کی صدارت کے لئے فرمائیں..... ان دنوں سیال شریف میں عرس کا موقع تھا۔ شاہ جی، حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالوی جو ہندوستان میں آزادی کی تحریکوں کے زبردست معاون تھے، کی خدمت میں گئے اور کہا کہ جناب آپ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کے پیر خانہ ہیں اور میں آپ کے پاس اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ اپنے مرید باصفا حضرت پیر مہر علی شاہ کی خدمت میں ہماری گزارش پہنچا دیجئے وہ ہماری امرتسر میں ہونے والی کانفرنس کی صدارت فرمائیں اور اس کے نتیجے میں وہ کام جس میں ہمیں چند برس لگیں گے برس، ڈیڑھ برس میں ہو جائے گا۔ کیونکہ راولپنڈی، جہلم، ہزارہ، میانوالی اور کیمبل پور کے علاقوں میں حضرت پیر صاحب کے متعلقین، متوسلین، محبین، صدق و صفا کے پیکر اور مہر و وفا کے ہیولے موجود ہیں۔ اگر پیر صاحب صدارت فرمائیں تو بہت بڑا کام ہو گا۔ حضرت خواجہ ضیاء الدین صاحب شاہ جی کے ہمراہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کے ہاں تشریف لائے اور فرمایا:

مہر علی! یہ عطاء اللہ امرتسر میں کانفرنس کے لئے آپ کی صدارت کی درخواست لیکر آیا ہے آپ ان کی درخواست قبول کریں۔ لیکن پیر صاحب نے جناب حضرت ضیاء الدین کے حکم پر کہا: ماں فقیر آں، دعا کر چھوڑساں۔ (میں فقیر آدمی ہوں، دعا کر دوں گا) دوسری مرتبہ پھر کہا کہ جاؤ اور جا کے صدارت فرماؤ۔ آپ کے اس عمل سے دین کے کام کو بہت تقویت ہو گی۔ پیر صاحب نے پھر یہی کہا "ماں فقیر آں، دعا کر چھوڑساں۔ تیسری مرتبہ حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالوی نے یہ مطالبہ دہرایا تو پیر صاحب نے کچھ تامل کچھ وقفے، کچھ سوچ بچار، دل و روح اور وجدان و ضمیر سے مشورے کے بعد پھر یہی کہا:

"ماں فقیر آں دعا کر چھوڑساں"

خواجہ صاحب بہت ہی ملال کے ساتھ اٹھے اور جلال، غضب اور غصے کے عالم میں مگر سوچ کے ساتھ ایک ایسا جملہ فرمایا جو تاریخ میں سونے کے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے..... فرمانے لگے.....

"مہر علی! جے چھڑیں دعائیں نال کم بن دا تے "اوہ" احد وچ دند نہ بھنواندے" یعنی اگر صرف دعاؤں سے کام چلتا تو حضرت محمد ﷺ کی دعاؤں سے بڑھی دعا اور کس کی ہو سکتی ہے۔ مگر میرے اللہ نے سرور کونین، رسول الثقلین، امام المشرقین والمغربین ﷺ کو بھی عمل کی گھاٹی میں اتارا، آپ کے دندان مبارک غزوۂ احد میں شہید ہوئے۔ طائف میں پتھروں کی بارش اور کفار کی بد تمیزیوں کی وجہ سے آپ ﷺ نے وہ اذیتیں اٹھائیں کہ آقائے نامدار، مولائے کائنات، فخر موجودات، رحمۃ للعلمین نے فرمایا: مجھے اتنی اذیتیں دی گئیں کہ مجھ سے قبل کسی نبی کو اس قدر اذیت نہیں دی گئی۔"

حضرت خواجہ ضیاء الدین رحمتہ اللہ علیہ یہ تاریخی جملہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور واپس تشریف لے گئے۔ پھر آپ نے تحریکِ خلافت میں شاہ جی کی مکمل سرپرستی فرمائی اور بھرپور تعاون کر کے حوصلہ بڑھایا۔

حضرت ابی سید عطاء اللہ شاہ بخاری نور اللہ مرقدہ نے مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے تقسیم ہندوستان کی جی بھر کے مخالفت کی اور یہ مخالفت عوامی اسٹیج پر تھی۔ آپ ڈرائنگ رومز کی "سازشوں" سے نفرت کرتے تھے اور مذاکرات کی میز پر زہرناک ماحول کی زہرناکیوں اور سحرانگیزیوں سے خوب شناسا تھے۔ اس لئے کمروں میں بیٹھ کر قوموں کی قسمتوں کا فیصلہ کرنے والے مجرم، جب ملک کو تقسیم کرنے میں کامیاب ہوئے تو آپ نے عوام کے سامنے فرمایا:

"ایک رائے لیگیوں کی تھی ایک ہماری (احرار کی) میں مانتا ہوں، کہ ہماری رائے ہار گئی اور لیگیوں کی رائے جیت گئی۔ اب پاکستان بن گیا ہے۔ ہم پاکستان کے ان سے زیادہ وفادار بن کے رہیں گے جنھوں نے یہ بنایا"

اور ایک بڑی معاشرتی مثال دیتے ہوئے فرمایا........

"خاوند بیوی میں اس بات پر جھگڑا رہتا تھا کہ بہو کس طرف کی ہو؟ خاوند اپنے خاندان سے بہو لانا چاہتا تھا اور بیوی اپنے میکے سے۔ بیوی اپنے میکے سے بہو لانے میں کامیاب ہو گئی۔ اب بہو، میاں بیوی اور خاندان کی مشترکہ متاع اور عزت ہے۔ اسکی طرف کوئی نگاہ اٹھے گی تو پھوڑ دی جائے گی۔ پاکستان ہماری منزل ہے۔ ہم الگ الگ راستوں سے منزل تک پہنچے ہیں اب اسکی حفاظت ہمارا مذہبی و قومی فریضہ ہے"

پاکستان بن جانے کے بعد مدرسہ خیر المدارس جالندھر سے ملتان منتقل ہوا تو اسکی روایات اور رونقیں ملتان میں سمٹ آئیں۔ ملتان میں خیر المدارس کا پہلا سالانہ جلسہ ہوا تو حسب روایت حضرت ابی نور اللہ مرقدہ مدعو کئے گئے۔ آپ جسدِ خیر المدارس کی روح تھے۔ بانیٔ مدرسہ حضرت اقدس مولانا خیر محمد نور اللہ مرقدہ، شاہ جی کی شرکت کے بغیر جلسہ کو ادھورا خیال کرتے تھے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ خیر المدارس کا جلسہ ہوا اور حضرت امیر شریعت کی شرکت نہ ہو۔ باوجود اس کے کہ حضرت مولانا خیر محمد علیہ الرحمتہ مسلم لیگ کے حامی تھے اور حضرت ابی علیہ الرحمتہ دل و جان سے فداء احرار..... یعنی "صِدانِ مفترقان!" حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ جلسہ میں شرکت کے لئے ملتان تشریف لے گئے تو ملتان میں بسنے والے اور اجڑنے کے بعد آ بسنے والے احرار کشاں کشاں عالم وارفتگی میں خیر المدارس جمع ہونا شروع ہو گئے۔ جلسہ گاہ میں احرار ساتھیوں کی شمولیت، خیر المدارس سے اور حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ سے ان کی محبت کا مظہر اتم تھی۔ شاہ جی اسٹیج پر تشریف لائے۔ امیر شریعت زندہ باد اور مجلس احرار اسلام زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے فضا گونج اٹھی۔ ماحول میں طربناک تبدیلی پیدا ہوئی۔ آپ نے خطبۂ مسنونہ کے بعد قرآن کریم کی آیت ١١١ سے آیت

۱۱۵ تک تلاوت فرمائی۔ علماء توان آیات کے معانی پر غور وفکر کرتے ہوئے محظوظ ہو رہے تھے اور عوام معانی سے نا آشنا ہونے کے باوجود جھوم رہے تھے۔ یہ قرآن کریم کا اعجاز ہے کہ نہ سمجھنے والا بھی اس کی سماعت سے عالم وجد میں آجاتا ہے، جیسے دل سے اسکے مفہوم کو سمجھ رہا ہو۔ تشریحِ آیات میں، شاہ جی نے فرمایا کہ.....سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی قوم نے عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اپنے اللہ سے کہو کہ ہم پر ایسا روزی کا نظام اتار دے کہ ہم زندگی بھر اس سے نفع اٹھاتے رہیں، اپنی معاشی ضرورتیں پوری کرتے رہیں مگر اسمیں کمی نہ آئے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں سمجھانے کی بہت کوشش کی کہ اللہ سے ایسا مطالبہ مناسب نہیں، تم میری سچائی کی کوئی اور دلیل مانگ لو۔ حجت تمام نہ کراؤ۔ تمام حجت کے بعد تو عذر معذرت کا مسئلہ بھی ختم ہو جائیگا۔ مگر وہ لوگ نہ مانے۔ تب اللہ پاک نے اپنے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف سے جواب دیا کہ تم پر ایسا معاشی نظام نازل کرنا میرے لئے کیا مشکل ہے؟ مگر ایک بات یاد رکھو، اس "مائدہ" کے نزول کے بعد اگر تم نے کفرانِ نعمت کیا تو تمہیں ایسے عذاب میں مبتلا کروں گا جو جہانوں میں کسی کو نہیں دیا گیا ہوگا۔

حضرات! پاکستان بن گیا۔ ہم نے بہتری کوشش کی کہ ملک یوں تقسیم نہ ہو۔ مگر تقسیم ہو گئی۔ بٹوارہ ہو گیا۔ یہ اللہ کی نعمت کی طرح ہے۔ اب اس نعمت کی قدر کریں۔ جو وعدے کئے وہ پورے کریں۔ بلاتشبیہ، یہ پاکستان عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح مانگا ہوا۔ "معاشی مائدہ" ہے۔ اسے حاصل کرنے کے بعد ضروری ہے جو پروگرام تم نے دیا اسکو عملی جامہ پہناؤ، وہ اصلاحات کرو جو دو قومی نظریہ کے ماتحت تم کرنا چاہتے ہو اور اگر خدا نخواستہ، خدا نخواستہ، خدا نخواستہ تم نے اپنے وعدے پورے نہ کئے تو یاد رکھو۔ یہ ملک اور اسکے باسی طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کر دیئے جائیں گے۔ تم نہیں رہو گے۔ تمہاری داستانیں سنا سنا کر لوگ عبرت حاصل کریں گے۔ تم عبرت کا نشان بن جاؤ گے۔"

پھر اسکے بعد دنیا نے دیکھا اور گواہوں نے گواہی دی کہ اس نصیحت کو پچیس برس نہ گزرے تھے کہ مشرقی پاکستان "بنگلہ دیش" بن کے مسلم لیگ کا منہ چڑانے لگ گیا۔ دو قومی نظریہ، پاکستان اور ہندوستان کے مابین دم توڑ گیا۔ بنگلہ دیش کے ہندوؤں کے سامنے جان ہار گیا اور مجیب الرحمن کو گاندھی کی طرح مار دیا گیا تاکہ بنگلہ دیش کی صورت میں تقسیم پاکستان کے اسباب کوئی نہ بتا سکے۔ اور تو میں کچھ نہیں جانتا مگر اتنی بات حقیقت کی طرح اپنا آپ تسلیم کراتی ہے کہ ایک دفعہ تقسیم کا عمل شروع ہوجائے تو رکا نہیں کرتا۔ تقسیم کی کوکھ سے تقسیم ہی جنم لیتی ہے۔ یہ حقیقت ہے، یہ سچ ہے۔ یہ وہ جادو ہے جو نظریۂ پاکستان کے موجدوں کے سروں پر چڑھ کے بول رہا ہے۔

خدا رے چھپرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں! ....بہت ہی سخت